ڈاکٹر قیصر آفتاب احمد* / عنایت الرحمٰن**

شاعرِ مشرق وادیء سربن میں از پروفیسر بشیر احمد سوزؔ کا مطالعاتی جائزہ

ANALYTICAL STUDY OF "SHAAIR E MASHRIQ WADI E SARBAN MEIN"

By Prof.Bashir Ahmad Soz

Asbstract

Research and inquiry is a human instinct which demands a special type of ability and merit on the part of scholar Physiological and social aspects are also explored in case of studying a personality. The environment, family background and investigation of his way of life to obtain solid information are apparent and clear, but the real test starts when a piece of litterateur is researched in detail, so that its merits and level of its writer may be analysed

Key words: instinct, physiological, investigation.

کلیدی الفاظ: پورب، فریفتہ، عرق ریزی، دانائے راز، گم گشتہ

اُٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سربن کا
عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا
یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا (1)

ہزارہ سیاسی، ثقافتی، فطری و قدرتی لحاظ سے ایک انفرادیت کا حامل علاقہ رہا ہے۔ یہاں ہر نسل اور ہر ذات کے افراد نے ڈیرہ جمایا ہے۔ اِس سرسبز و شاداب سرزمین نے ہر آنے والے کو یوں خوش آمدید کہا کہ اُس کے لیے یہاں سے جانے کا سوچنا بھی محال ہو گیا۔ کوئی حساس طبع چنار و چیڑھ پر فریفتہ ہوا تو کوئی چشموں کے ٹھنڈے اور میٹھے پانیوں پر عاشق، کسی کو کنہار کی زلف گرہ گیر نے باندھا تو کوئی پہاڑ کی چوٹیوں پر مر مٹا اور کوئی دروں کی ہواؤں کا اسیر ہوا۔ غرض جو یہاں آیا یہیں کا ہو کر رہ گیا۔

☆اسسٹنٹ پروفیسر، قراقرم انٹرنیشنل یونیورسٹی، گلگت،
☆☆پی ایچ ڈی اسکالر، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

ہزارہ ڈویژن کی حدود دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہزارہ میں ہری پور، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام، کوہستان اور تورغر کے اضلاع شامل ہیں۔ یہ ہی وہ علاقہ ہے جس کے ہر فرد نے ریفرینڈم (حق رائے دہی) میں صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخوا) کو پاکستان میں شامل کرنے میں تاریخی اور بے مثال کردار ادا کیا ہے۔ یہ ہزارہ کے باسیوں کی وطن سے وہ محبت ہے جس کا نعم البدل نہیں مل سکتا۔

ہزارہ کا علاقہ سابقہ صوبہ سرحد اور موجودہ خیبر پختونخوا کا اہم علاقہ ہے۔ ہزارہ میں جو زبان بولی جاتی ہے اُس کو ہندکو کہا جاتا ہے (2) ۔ہزارہ کا علاقہ بدھ مت تہذیب اور مذہب کا ایک اہم مرکز تھا۔ ٹیکسلا سے سکردو اور چین کی سرحد تک بدھ تہذیب کے آثار آج بھی بلند و بالا پہاڑوں کے سینوں پر کندہ کیے ہوئے ہیں۔اِسی علاقے سے بدھ مذہب چین تک پھیلا۔ہزارہ کا علاقہ سرسبز وادیوں، مرغزاروں، باغوں، دریاؤں، شفاف گہری جھیلوں اور بلند ترین پہاڑوں کا علاقہ ہے جس کے بیچوں بیچ پاکستان کا سب سے بڑا دریا، دریائے سندھ بہتا ہے۔

ہزارہ میں بسنے والے قبائل مختلف علاقوں سے آکر یہاں آباد ہوئے جن میں افغانستان، ترکی، ہندوستان، کشمیر وغیرہ شامل ہیں۔ اِن قبائل کی آمد سے پہلے ہزارہ میں بدھ مذہب کے پیروکار آباد تھے۔ یہ امن پسند لوگ تھے، جب مسلمان صوفیاء اور مبلغ یہاں آئے تو اُن کے توسط سے اِن لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اِس طرح ایک امن پسند اور معتدل بھائی چارے کی فضاء قائم ہوئی۔ یہاں آباد ہونے والے لوگوں نے اپنی پرانی تہذیب کو چھوڑ کر ہزارہ کی تہذیب کو اپنا لیا اور اپنی پرانی زبانیں فارسی، پشتو اور ہندی چھوڑ کر ہندکو بولنے لگے۔ یہ لوگ اپنی قبائلی دشمنیاں بھول کر ہزارہ میں امن و امان سے زندگی گزار رہے ہیں۔۔ سکھوں کے ظالمانہ دور کے بعد جب انگریز آئے تو لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ ایبٹ آباد شہر کی بنیاد جیمز ایبٹ کے نام پر رکھی گئی جو ایبٹ آباد کے پہلے ڈپٹی کمشنر تھے۔ یہاں ایک فوجی چھاؤنی، سکول اور دوسرے سرکاری ادارے قائم ہوئے جس سے جدید تعلیم کا آغاز ہوا۔ انگریزوں کے قائم کردہ برن ہال سکول نے یہاں کی تعلیمی فضاء بدل دی۔ اب ایبٹ آباد میں برن ہال کی طرز پر کئی سکول اور کالج کھل گئے ہیں اور برن ہال کے معیار کو اپنا کر اعلیٰ پائے کے طلباء پیدا کر رہے ہیں۔ برن ہال کالج میں اُردو کا شعبہ بھی قائم ہوا جس کے سربراہ ایک عرصے تک " شاعر مشرق وادی سربن " کے مصنف پروفیسر بشیر احمد سوز رہے۔

سرزمین ہزارہ میں بے شمار مخلص اور درد مند سیاسی رہنما، باکمال و نامور شعراء، حساس و ہمدرد ادیب، شجیع اور کھرے صحافی، شہرت یافتہ ٹی وی اور سٹیج کے اداکار، ان گنت سوشل ورکر، نامور مبلغین اسلام، مشائخِ عظام غرض ہر شعبہ زندگی سے وابستہ افراد ملیں گے۔ لیکن اِن سب پر شعراء اور ادیب بازی لے گئے کیونکہ باقی شعبہ ہائے زندگی سے جڑے افراد کو کوئی پروفیسر بشیر احمد سوزؔ میسر نہ آیا۔ پروفیسر بشیر احمد سوزؔ جیسے بلند پایہ، آشنائے فن، قابل محقق اور نقاد نے " شاعر مشرق وادی سربن " کو نہایت محنت و شفقت، عرق ریزی اور دیدہ دری سے تصنیف کر کے شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے سفر ہزارہ کو نہ صرف اجاگر کیا بلکہ اس عظیم سرمائے کو محفوظ بھی کیا۔ اس کتاب میں جہاں ہزارہ کی تہذیب و تمدن، سماجی و سیاسی اور عصری تاریخ کو پیش کیا گیا ہے وہیں اس میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبال کے سفر ہزارہ کو بہترین اور مدلل انداز میں ادب کے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔

" شاعرِ مشرق وادیٔ سربن میں " پروفیسر بشیر احمد سوزؔ کی منفرد تصنیف ہے۔ پروفیسر بشیر احمد سوزؔ سے پہلے حکیم الامت، شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے ہزارہ سے تعلق کو واضح کرنے کے لئے نہ تو کبھی کسی نے سوچا اور نہ اس موضوع پر اس سے پہلے کوئی مستند تحریر

سامنے آسکی۔ میر ولی اللہ کے والد مولوی سلطان میرؔ کے اقبال سے قلمی تعلقات اور پھر بعد میں ان کی ملاقات کے حوالے سے ایک آدھ مضمون ضرور سامنے آیا ہے، لیکن اقبال کی ایبٹ آباد آمد، اُن کے اسفار کی روداد، ہزارہ کے اکابرین علم وادب اور تحریک آزادی کے نامور سپاہیوں سے اُن کی خط وکتابت اور ملاقاتوں کو اجاگر کرنے کے لئے کوئی خاص کام نہیں کر سکے۔ پروفیسر بشیر احمد سوزؔ رقمطراز ہیں۔

۲۰۰۲ء" سال اقبال" کے نام سے موسوم ہوا تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ کیوں نہ" اقبال اور ہزارہ" کے عنوان سے کوئی کتاب مرتب کی جائے جو اقبالؒ کی ایبٹ آباد آمد اور ان کی مصروفیات کی عکاسی کر سکے"۔(3)

اس کتاب سے پہلے آپ کا ایک مضمون" اقبال اور ایبٹ آباد" ایک مقامی اخبار اور ادبی جریدے" نشان" میں شائع ہو چکا تھا(4) مگر ایک مختصر مضمون کسی کتاب کا حصہ تو بن سکتا ہے، کتاب یا کتابچے کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔

"فکر وفلسفہ کے اثرات ایبٹ آباد اور ہزارہ کے پورے خطے پر مرتب ہوئے تو کیوں نہ اس کو موضوع سخن بنایا جائے"۔ اسی سوچ پر عمل کرتے ہوئے پروفیسر بشیر احمد سوزؔ نے اقبال شناسی کے حوالے سے ہزارہ کے ادباء وشعراء کی تحریروں اور تخلیقی کاوشوں کا احاطہ کیا۔ اس سے دنیائے ادب کو ہزارہ میں اقبالیات کے حوالے سے کئے گئے کام سے روشناس کرایا گیا اور حکیم الامت کی آفاقی فکر اور انکی شخصیت سے ہزارہ کے لوگوں کی محبت میں اضافہ ہوا۔ پروفیسر بشیر احمد سوزؔ کی اس کاوش کے بارے میں فرزند اقبال جناب جسٹس جاوید اقبال پروفیسر بشیر احمد سوزؔ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: رقمطراز ہیں

"علامہ کے سفر ایبٹ آباد کے بارے میں مجھے ضرور علم تھا مگر مجھے اس کی تفصیلات معلوم نہ ہو سکیں۔ اقبال اور ہزارہ" کی وساطت سے میری معلومات میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ ایبٹ آباد میں انکے قیام اور تقریبات میں ان کی شرکت اور مشاہیر ہزارہ سے ان کی ملاقاتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ آپ نے پہلی بار علامہ کے اس سفر کی گرہ کشائی کی ہے"۔(5)

ہزارہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر سید سخاوت شاہ" اقبال اور ہزارہ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

۲۰۰۲ء میں" سالِ اقبال" کے موقع پر منظرِ عام پر آنے والی پروفیسر بشیر احمد سوز کی کتاب" اقبال اور ہزارہ" نے ادبیات ہزارہ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ پاکستان بھر میں اس کتاب نے شہرت پائی اور اقبالیاتی ادب سے تعلق رکھنے والوں کے علم میں اضافے کا باعث بنی"۔(6)

اقبال جیسے دانائے راز اور دیدہ ور صدیوں میں کہیں پردۂ خاک سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اقبال کا کمالِ فن اسکی زندگی میں ہی آفاق کے پردوں پر جگمگانے لگا اور اُس کے فکر وفلسفہ کے سیلِ بے پناہ میں مغربی مفکرین کے تدّبر کے بیڑے ہچکولے کھانے لگے۔ شہر سیالکوٹ تری

خاک کا ہر ذرّہ آفتاب ہے کہ تیری آغوش سے اقبال نے جنم لیا۔ تیرے کوچہ و بازار سلامت رہیں جن میں اقبال کا بچپن اور لڑکپن گزرا۔ اے شہر لاہور! تجھ پر بھی زمانے نازاں ہیں کہ تو نے اقبال کے ہر نقشِ کفِ پا کو چوما اور پھر اقبال تیری ہی خاک سے لپٹ کر سو گیا۔

شہر سبزہ گل ایبٹ آباد کو بھی اک احساسِ فخر ہے کہ اس نے بھی اقبالؒ کو اپنے گہوارۂ محبت میں سینت سینت کر رکھا ہے۔ اے وادیء سربن! تیرے چنار و سرو و صنوبر سدا ہرے بھرے رہیں کہ جن کی پرچھائیوں میں اقبال نے اپنی زندگی کے چند ایام گزارے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ نے 1904ء میں محمد سلطان میر کی دعوت پر اسلامیہ ہائی سکول (ہائی سکول نمبر ۲) ایبٹ آباد میں 'قومی زندگی' کے موضوع پر لیکچر دیا(7) جو بعد ازاں 'مخزن' (8) میں دو اقساط میں شائع ہوا۔ اقبالؒ نے ایبٹ آباد قیام کے دوران نظم 'ابر' کہی، جس میں کوہِ سربن کے دلآویز نظاروں کی بات ہے۔ ایبٹ آباد کی حسین و جمیل وادی، سرسبز و شاداب پہاڑوں، صنوبر کے درختوں، چناروں اور دیوداروں کے درمیان یہ شاعرِ دلنواز مناظرِ فطرت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس لحاظ سے اقبال کے وادیء سربن سے تعلق کی کئی جہتیں ہیں۔ ان تعلقات کی ساری سمتیں اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ اقبالؒ پوری ملت اسلامیہ کے لئے سرمایہ فخر ہیں۔ اقبال کا پیام لازوال ہے پس اقبال لازوال ہے۔ اہلِ ہزارہ ملت اسلامیہ کے اس عظیم محسن سے بے پناہ محبت اور ارادت رکھتے ہیں۔ اس عقیدت اور ارادتمندی کا ثبوت یہ ہے کہ ہزارہ میں اقبالیاتی ادب کی ترویج و اشاعت ہو رہی ہے۔ اقبالیات کی تحقیق و تنقید فروغ پا رہی ہے اور اقبال شناسی میں بڑے معتبر اہلِ قلم سامنے آ رہے ہیں۔ اقبالیاتی ادب میں سینکڑوں کتب اور ہزاروں مضامین و مقالات منظر عام پر آ چکے ہیں اور یقین ہے کہ آئندہ صدیوں میں بھی اقبال کے افکار اور اُس کے فلسفہ کے کئی ایک گم گشتہ اوراق سامنے آتے رہیں گے۔ تحقیق و تخلیق کے اس عمل میں اہلِ ہزارہ کی کارکردگی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اقبال ہم سب کا ہے۔ ہم خوش بخت ہیں کہ اس عظیم فلسفی اور شاعر کا جس پر پوری ملت نازاں ہے ہزارہ کی اس گل پوش وادی سے بھی ایک تعلق رہا ہے۔ اقبال پر تحقیق و تخلیق کے عمل میں ہزارہ کے اہلِ قلم کی خدمات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اقبال کا پیام لازوال ہے پس اقبال لازوال ہے۔۔ اقبال کی نظم 'ابر' جو کتاب میں شامل ہے سے چند اشعار ذیل میں پیش ہیں۔

اُٹھی پھر آج وہ پورب سے کالی کالی گھٹا
سیاہ پوش ہوا پھر پہاڑ سربن کا
نہاں ہوا رُخِ مہر زیر دامن ابر
ہوائے سرد بھی آئی سوارِ توسنِ ابر
گرج کا شور نہیں ہے، خموش ہے یہ گھٹا
عجیب مے کدۂ بے خروش ہے یہ گھٹا
ہوا کے زور سے ابھرا، اڑا بادل
اُٹھی وہ اور گھٹا، لو برس پڑا بادل
عجیب خیمہ ہے کہسار کے نہالوں کا

یہیں قیام ہو وادی میں پھرنے والوں کا (9)

علامہ اقبالؒ کا" قومی زندگی" کے حوالے سے اسلامیہ ہائی سکول میں پڑھے گئے مضمون سے اقتباس:

"قوموں کی تاریخ میں یہ ایک بڑا نازک وقت ہے جو اِس بات کا متقاضی ہے کہ ہر قوم نہ صرف اپنی موجودہ حالت پر غور کرے بلکہ اگر اُسے اقوامِ عالم کے دفتر میں اپنا نام قائم رکھنا منظور ہے تو اپنی آئندہ نسلوں کی بہبودی کو بھی ایک موجودہ واقعہ تصور کرے اور ایسا طریق عمل اختیار کرے جس کے احاطہء اثر میں اُس کے اخلاف کا تمدّن بھی شامل ہو" (10)

ہزارہ کے رہنے والے خوش بخت ہیں کہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا مفکر، دانائے راز، حکیم الامت اور شاعرِ مشرق وادیء سربن کی خوشگوار اور دلفریب فضاؤں کو اپنی سانسوں میں بھر کر اس کے حسین مناظر کو اپنے اشعار میں ڈھال جاتا ہے اور ہمارے افکار اور جذبات میں قومی زندگی کے اسرار ورموز بھر جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم مولوی محمد سلطان میر اور میر ولی اللہ ادیب ایبٹ آبادی کو اپنے محسنین میں شمار کرتے ہیں جن کے دم سے اقبال یہاں آتے رہے۔" شاعرِ مشرق وادی سربن میں" کے مطالعہ کے بعد اقبال کے سفر ایبٹ آباد، ہزارہ کی اہم شخصیات سے ملاقاتیں، تقریبات میں شرکت،" قومی زندگی" کے عنوان سے خطبہ، اور نظم " ابر" کے علاوہ دیگر تخلیقات سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اقبالیاتی ادب میں ہزارہ کے اہل قلم اور محققین کی کاوشوں اور شعرائے ہزارہ کا منظوم خراجِ تحسین کتاب " شاعرِ مشرق وادی سربن میں" میں پڑھ کر یہ گماں یقین میں بدل جاتا ہے کہ ہزارہ میں اقبال کے پرستاروں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ شہر سبزہ و گل ایبٹ آباد کو بھی اک احساسِ فخر ہے کہ اس نے بھی اقبال کو اپنے گہوارہ محبت میں سینت سینت کر رکھا۔ اے وادی سربن! تیرے چنار و سرو وصنوبر سدا ہرے بھرے رہیں کہ جن کی پرچھائیوں میں اقبال نے اپنی زندگی کے چند ایام گزارے۔" شاعرِ مشرق وادی سربن میں" کی اہمیت اور افادیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کتاب کو پورے پاکستان میں پھیلا دیا جائے تا کہ اِس سے اعلیٰ سطح کے طلباء، محققین اور دانشور استفادہ کر سکیں۔" شاعرِ مشرق وادی سربن میں" پروفیسر بشیر احمد سوزؔ کی ایک ایسی کاوش ہے جس پر اہلِ ادب اور اہلِ ہزارہ جتنا ناز کریں کم ہے۔" شاعرِ مشرق وادی سربن میں" یقیناً ادبیات ہزارہ میں ایک اہم اور قابلِ قدر اضافہ ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1. علامہ اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال اُردو، (لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء) ، ص117
2. بشیر احمد سوزؔ، پروفیسر، شاعرِ مشرق وادی سربن میں، (لاہور: گنج شکر پرنٹرز، مئی 2015ء)، ص8

3. ایضاً، ص:2
4. نشان، آرمی برن ہال کالج ایبٹ آباد کا رسالہ ہے۔ اِس کے مدیر محمد قدیر قریشی تھے جبکہ پروفیسر بشیر احمد سوز مدیر اعلیٰ تھے۔ آپ نے اس رسالے کی ادارت بھی کی اور اداریہ بھی تحریر کیا۔
5. بشیر احمد سوزؔ، پروفیسر، شاعرِ مشرق وادی سربن میں، ص:10
6. ایضاً:ص:1
7. ایضاً، ص:60
8. مخزن

یہ رسالہ لاہور اور دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے مدیر شیخ عبد القادر تھے۔ اُردو زبان کی ترویج واشاعت میں اِس رسالے کا کردار مثالی رہا ہے۔

9. علامہ اقبال، ڈاکٹر، کلیات اقبال اُردو، (لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء) ، ص117
10. بشیر احمد سوزؔ، پروفیسر، شاعرِ مشرق وادی سربن میں، ص:60

ماخذات

1. اقبال، علامہ ڈاکٹر، کلیات اقبال اُردو، لاہور: اقبال اکادمی، 1990ء
2. بشیر احمد سوزؔ، پروفیسر، شاعرِ مشرق وادی سربن میں، لاہور: گنج شکر پرنٹرز، مئی 2015ء